سید محمد کفیل بخاری

غلطیہائے مضامین
بسلسلہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اخبارات اور جرائد و رسائل میں جو کچھ آج لکھا اور شائع کیا جا رہا ہے، مستقبل میں یہی حوالے کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ ذمہ داری کے ساتھ لکھنے والوں کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ لکھنے سے پہلے کسی بھی بات، واقعے یا حوالے کی تحقیق کر کے اطمینان کر لیتے ہیں ۔ ماضی قریب کے ایک جیّد عالم دین اور محقق، جانشینِ امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تو برس ہا برس ہم نے ایسا کرتے دیکھا۔ وہ ہمیں بھی یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بات کرنے سے پہلے سمجھو، تولو، حوالہ دیکھو پھر بولو اور لکھو، کبھی پریشانی نہیں ہوگی۔ ممتاز معاصر محقق ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہٗ نے نجی مجلس میں ایک سائل کو کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ نصیحت بھی فرمائی کہ کسی کتاب میں لکھے ہوئے کسی حوالے کو پیش کرنے کے سے پہلے اصل حوالہ اور ماخذ ضرور دیکھ لیا کرو۔

بڑی شخصیات کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین میں عموماً عقیدت و ارادت اور محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ لکھنے والا جب تک اُن میں محیّر العقول، حیرت انگیز، آنکھیں خیرہ اور ہوش گم کر دینے والے واقعات نہ ڈالے، اس کے نزدیک ممدوح شخصیت کی بزرگی مکمل ہی نہیں ہوتی۔ اس بنیاد پر بہت سی غلط باتیں اُن سے منسوب ہو جاتی ہیں جن کا کوئی وجود ہوتا ہے نہ حوالہ۔ ذیل میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے منسوب کچھ ایسی ہی غلط باتوں کی اصلاح مقصود ہے۔

۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کے ''روزنامہ اسلام'' میں میگزین کے صفحے پر معروف عاشقِ رسول غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جناب مفتی محمد طاہر مکی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا۔ انہوں نے لکھا کہ:

۱۔　ایک گستاخ راج پال نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی توہین آمیز کتاب لکھی۔

۲۔　علامہ محمد اقبال، مولانا محمد علی جالندھری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری و دیگر سینکڑوں علماء نے (اسے) اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش بھی کی کہ عدالت میں کہہ دو کہ جب میں نے اُسے (راج پال کو) قتل کیا، میں ہوش میں نہ تھا۔ جب علم الدین عدالت میں آیا، جج نے سوال کیا، جس کا جواب علم الدین نے یوں دیا: ''جج صاحب! مجھے میرے اکابرین نے کہا، کہہ دو میں ہوش میں نہ تھا۔ لیکن میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں، جج صاحب! میں بے ہوش تھا، تبھی تو ایک کتا میرے آقا کی شان میں بکواس کرتا رہا۔ میں ہوش میں آیا تو اس کی زبان بند کر دی۔

اس کے اس عاشقانہ جواب پر عدالت نعروں سے گونج اُٹھی اور علم الدین کو سزائے موت سنا دی گئی۔''

حقیقت یہ ہے کہ راج پال نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔

''راج پال، لاہور کا ایک متعصب ہندو تھا جو آریہ سماج کی کتابوں کا ناشر اور فروخت کرنے والا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مشتمل ایک کتاب شائع کی جس پر مصنف کا نام درج نہیں تھا۔''

(تاریخ پنجاب، ص:۶۱۱، از اقبال صلاح الدین)

علامہ محمد اقبالؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی غازی علم الدین شہید سے اس مقدمے میں صلاح مشورہ کی خاطر کوئی ملاقات ثابت نہیں۔ رہے مولانا محمد علی جالندھریؒ تو وہ اس وقت اجتماعی جدوجہد میں شامل ہی نہیں تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری تو تقریباً چھے سات سال بعد ۱۹۳۵ء میں مجلس احرارِ اسلام میں شامل ہوئے۔ اور اُن کی بھی غازی علم الدین شہید سے کسی ملاقات کا تذکرہ کسی مستند کتاب میں نہیں۔ نہ ہی سینکڑوں علمانے غازی شہید سے ملاقات کی۔

مندرجہ بالا حضرات اور دیگر سینکڑوں علماء سے منسوب یہ بات بھی قطعی غلط ہے کہ انہوں نے غازی شہید کو عدالت میں جھوٹ بولنے یعنی ''میں ہوش میں نہیں تھا'' کا مشورہ دیا۔ امیر شریعتؒ، جن کی تقریر سن کر غازی کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن ہوئی اور جو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ امیر شریعت، غازی علم الدین کو جھوٹ بولنے اور بیان بدلنے کا مشورہ دیں، یا علامہ اقبال یا سینکڑوں علماء یہ مشورہ دیں، انتہائی مضحکہ خیز اور افسوس ناک بات ہے اور بعض تذکرہ نگاروں نے یہ بات لکھی ہے کہ وکلاء نے غازی کو یہ مشورہ دیا تھا تاکہ سزائے موت سے بچایا جاسکے۔ لیکن اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔

غازی علم الدین شہید سے منسوب عدالتی بیان کے جملے اور ڈائیلاگ بھی محل نظر ہیں جو اس کیس کی فائل میں نہیں ہیں۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّمہ ہے کہ غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت بہادری اور جرأت کے ساتھ شہادت کی موت کو قبول کیا اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس پر قربان ہو گئے۔ یقیناً وہ جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوں گے۔

ماہِ نومبر ۲۰۱۳ء میں ہی شائع ہونے والے ''ماہنامہ صدائے ختمِ نبوّت'' چناب نگر کے صفحہ ۱۴ پر ''تحریکِ ختم نبوّت'' کے زیرِ عنوان صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی کا مضمون شائع ہوا۔ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ آغا شورش کاشمیریؒ، ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات کے لیے گئے۔ آپ کے ساتھ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے اپنی ٹوپی اتار کر ذوالفقار علی بھٹو کے قدموں میں ڈال کر فرمایا:

''اے بھٹو! آج تک میں نے اپنی ٹوپی کسی کے قدموں میں نہیں ڈالی، اور اپنا سر اُس کے قدموں میں ڈال کر رونے لگے۔ اور فرمایا آج تک میرا سر کسی کے آگے نہیں جھکا۔ اور روتے ہوئے سر اٹھایا اور اپنا دامن پھیلاتے ہوئے کہا کہ اے بھٹو! اسے شورش کی جھولی نہ سمجھ اسے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی سمجھ۔ آج میں تم سے بھیک مانگنے آیا ہوں۔ خدا کے لیے قادیانیوں کو کافر قرار دے دے۔ اس وقت بھٹو مرحوم نے وعدہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دوں گا۔''

یہ۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کا تذکرہ ہے جبکہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء کو انتقال کر گئے تھے۔ انتقال کے تیرہ سال بعد وہ شورش کے ساتھ بھٹو سے ملنے کیسے چلے گئے؟ وہ تو زندگی میں بھی کبھی کسی حکمران کو ملنے نہیں گئے۔ شورش، بھٹو کو ملنے ضرور گئے تھے اور اُن کے ساتھ مولانا تاج محمود مرحوم اور سید مظفر علی شمسی تھے۔

میں نے اس ملاقات کی تفصیل خود مظفر علی شمسی کی زبانی تحریکِ ختمِ نبوّت ۷۴ء کے دوران عیدگاہ ملتان کے ایک جلسے میں سنی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ ہم نے بھٹو کے سامنے تحریک کے مطالبات رکھے اور اُنہیں قائل کرنے کی کوشش کی کہ یہ اُمّتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کوئی فرقہ واریت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سیاسی مسئلہ ہے بلکہ خالصتاً ایک دینی اور آئینی مسئلہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ شورش نے اپنی ٹوپی اتار کر بھٹو کے قدموں میں رکھ دی تھی۔ (سر نہیں رکھا تھا) دوسری باتیں بھی ''خطابت'' کا شاخسانہ ہیں۔ خود شورش کاشمیری مرحوم نے یہ باتیں نہیں لکھیں۔ میں بزرگوں کی کرامت قائل ہوں۔ لیکن بعض پیشہ ور واعظوں اور خطیبوں نے ایسے ایسے غلط سلط واقعات، اوٹ پٹانگ قصے، بے سروپا کہانیاں اور من گھڑت کرامتیں، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ منسوب کر کے عوام کی اُن سے عقیدت وارادت سے خوب نفع اٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں۔ بے چارے ان پڑھ عوام سُن سُن کر روتے ہیں اور دہاڑی دار وعظ فروش تماشا دکھا کر غفرلہٗ ہوجاتے ہیں۔ کچھ کہانیاں میں بھی برسوں سے سنتا آرہا ہوں جو سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی آج بھی وعظ فروشوں کی نوک زبان ہیں۔ قارئین چند نمونہ جات ملاحظہ فرمائیں:

''انگریز نے عطاء اللہ شاہ بخاری کو قید کر کے جیل میں ایک بھوکے شیر کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیا۔ انگریز دیکھ کر حیران ہوگیا کہ امیر شریعت اطمینان سے پنجرے میں لیٹے ہوئے ہیں اور بھوکا شیر اُن کے پاؤں کی تلیاں چاٹ رہا ہے.....سبحان اللہ''

خطیب کہتا ہے:

''انگریز نے عطاء اللہ شاہ بخاری کو جیل میں چکی دے کر دانے پیسنے کی مشقت پر لگا دیا۔ عطاء اللہ شاہ بخاری نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ چکی خود بخود چلتی رہی، دانے پستے رہے، آٹا نکلتا رہا اور بخاری قرآن پڑھتا رہا۔ انگریز دیکھ کر حیران رہ گیا.....سبحان اللہ''

خطیب کہتا ہے:

''عطاء اللہ شاہ بخاری کو جیل میں برف کے بلاکوں پر لٹایا جاتا تھا۔ بخاری کہتا تھا جو ظلم بھی کرنا ہے کرلو، اوئے انگریز!......تو تیر آزما، ہم جگر آزمائیں گے۔''

بھوکے شیر کی روایت نہ امیر شریعت نے کبھی بیان کی اور نہ ہی اُن کے زندانی رفیقوں میں سے کسی نے بیان کی۔ چکی خود بخود چلنے اور برف کے بلاکوں پر لٹانے کے واقعات بھی کسی واقدئ عصر کا افترا ہیں۔ حضرت امیر شریعت کا ایک مضمون جو آپ کی زندگی میں جون ۱۹۶۱ء میں ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور میں شائع ہوا۔ اس کے بعض مندرجات خود حضرت امیر

شریعت کی زبانی آپ کی سوانح ''سیّدی وابی'' مصنفہ بنتِ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہا میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ یہ ۱۹۲۱ء کی تحریکِ خلافت میں میانوالی جیل کی تین سالہ قید با مشقت کا قصہ ہے۔ چکی خود بخود نہیں چلی تھی بلکہ وہ خود چلاتے تھے۔ اپنے حصے کے دانے بھی پیستے تھے اور اپنے رفقاء مولوی عبداللہ چوڑی والے اور مولانا لقاء اللہ عثمانی کے حصے کے بھی۔ انہوں نے سورۃ یوسف کی تلاوت کی تھی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل پنڈت رام لال شاہ جی کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ سن کر روتے رہے اور اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پاتے ہوئے کہا کہ شاہ جی! اب تو بس کر دو، مجھ میں رونے کی سکت بھی نہیں رہی۔

ایک واعظ نے بیان کیا کہ:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جنوبی پنجاب کے کسی دیہات میں خطاب کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ زمین بچانے کی خاطر بیٹیوں کو رخصت نہیں کرتے حالانکہ ان کے نکاح ہو چکے ہیں۔ شاہ جی یہ سن کر ناراض ہوگئے اور ایک درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ زمین پر بڑے بڑے دسترخوان لگے ہوئے ہیں اور ان پر انواع واقسام کے کھانے اور پھل رکھے ہوئے ہیں اچانک وہ سب کچھ ختم ہوگیا۔ امیر شریعت نے کہا کہ یہ جنات کی دعوت تھی۔ پھر فرمایا کہ میری بات مان لو ورنہ جنات سے تمہارا علاج کراؤں گا۔ چنانچہ لوگوں نے اپنی بیٹیاں بھی رخصت کیں اور ان کو وراثت میں حصہ بھی دیا۔

اس پورے واقعے میں جنات کی دعوت اور دسترخوان کا اضافی اور ایجادی ہے۔ باقی باتیں درست ہیں۔ حضرت امیر شریعت کے اپنے بقول کہ ''میں نے بیٹیوں کی وراثت اور ان کے نکاح کے موضوع پر تیس برس تقاریر کیں۔''

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ سراجیہ، کندیاں) کی وفات پر ماہنامہ ''لولاک'' ملتان (اکتوبر ۲۰۱۰ء، خواجۂ خواجگان نمبر، صفحہ: ۲۹۸) میں مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی کا مضمون شائع ہوا۔ جس میں ''حضرت خواجہ صاحب اور حضرت امیرِ شریعت'' کے زیرِ عنوان انہوں نے جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غلط روایت منسوب کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ: ''حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ سیدہ امّ الاحرار، حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھیں۔'' یہ بات بھی بالکل خلافِ واقعہ اور محض اُن کے ''اخذ وترتیب'' کا کمال ہے۔ حضرت ابوذر بخاریؒ نے یہ کہیں نہیں لکھا۔ حضرت سیدہ اُمّ الاحرار رحمۃ اللہ علیہا، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھیں۔ خاندانِ امیر شریعت کا سلسلۂ بیعت حضرت رائے پوری سے ہے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ (دونوں حضرت رائے پوریؒ کے خلفائے مجاز تھے) حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، میری والدہ ماجدہ بنتِ امیر شریعتؒ اور میرے والد ماجد سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہٗ سب حضرت رائے پوری سے بیعت ہوئے۔ البتہ ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا حافظ سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہٗ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت ہیں۔ وہ ۵۶۔۱۹۵۵ء کے زمانے میں خانقاہ سراجیہ میں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ اس دوران حضرت مولانا

خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں اور پھر حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت ہوئے۔ خاندانِ امیر شریعت میں میرے مرحوم بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ) دوسرے آدمی تھے جن کا روحانی تعلق خانقاہ سراجیہ سے تھا، وہ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اُن کے بعد خاندان کے دیگر حضرات وخواتین نے بھی بیعت کی لیکن ''لولاک'' میں ایک بار غلط روایت شائع ہونے کے بعد نومولود سوانح نگاروں، اٹھتے ہوئے قلم کاروں اور لکیر کے فقیر محققوں نے مکھی پر مکھی مارتے ہوئے اس غلط روایت کو اپنی کتابوں میں ''لولاک'' کے حوالے سے درج کر دیا۔

گزشتہ چند برسوں سے انٹرنیٹ اور موبائل میموری کارڈز میں ایک طویل عربی خطبہ چل رہا ہے۔ جسے کسی ظالم نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عربی خطبے کی آواز اُن کی ہے نہ الفاظ اور نہ ہی انداز۔ یہ جعل سازی، شخصیت کو مسخ کرنے کی ایک بھونڈی اور نہایت شرم ناک حرکت ہے۔ اس خطبے میں بعض جملے اہلِ سنّت والجماعت کے اجماعی عقائد کے بھی خلاف تھے۔ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے دارالافتاء نے جب تردید کی کہ یہ حضرت امیر شریعت کا خطبہ نہیں اور اس میں عقیدہ بھی غلط بیان ہوا ہے تو اس خطبے کے ''رائٹر اور پروڈیوسر'' نے اُن الفاظ کو نکال کر دوبارہ انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں ہدایت دے۔ اُن سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی آخرت کے لیے اس جھوٹ کو انٹرنیٹ سے ختم کر دیں۔ ورنہ ساری زندگی انھیں گناہ ہوتا رہے گا حتیٰ کہ مرنے کے بعد بھی اس جھوٹ کو پھیلانے کا گناہِ جاریہ اُن کو ملتا رہے گا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی آواز میں چار پانچ منٹ کی ایک ہی تقریر محفوظ ہے جو دسمبر ۱۹۵۵ء میں آپ نے لیاقت باغ راولپنڈی میں کی تھی۔ تلاش وکوشش کے باوجود اس کے علاوہ اُن کی اپنی آواز میں کوئی بھی تقریر نہیں مل سکی۔ اِس وقت بھی مارکیٹ میں چار پانچ تقریروں کے کیسٹ حضرت امیر شریعتؒ کے نام سے فروخت ہو رہے ہیں۔ یہ سب جعلی ہیں، پتا نہیں کس کی تقریریں ہیں، ان میں قرآن مجہول اور غلط پڑھا ہے، اردو بھی غلط بولی ہے، تلفظ کا بیڑہ غرق ہے اور ''حُسنِ صوت'' کے تو کیا کہنے......

سابق بیوروکریٹ مسعود کھدر پوش مرحوم نے مظفر گڑھ میں ایک تقریر ریکارڈ کر کے حضرت امیر شریعتؒ کو سنائی تھی مگر اُن سے بھی وہ ضائع ہوگئی۔ اس تقریر کے متعلق ہماری نانی اماںؒ بتایا کرتیں کہ خود فرماتے تھے کہ:

''جب میں نے ''مقرر'' کی تقریر سنی تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرماتیں میں نے جواباً کہا اسی طرح ''مقرر'' کی تقریر سن کر لوگوں پر بھی گریہ طاری ہو جاتا ہے۔''

ایک تقریر ۱۹۵۶ء میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر قلعہ قاسم باغ ملتان میں ہوئی تھی جس میں حضرت امیر شریعت کی فرمائش پر حضرت علّامہ سید سلیمان ندویؒ بھی تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ امیر شریعت کی یہ تقریر مخدوم مرید حسین قریشی مرحوم کے بیٹے اور شاہ محمود قریشی کے والد، مخدوم سجاد حسین قریشی مرحوم نے

ریکارڈ کی تھی۔ بعد میں اُن کے کسی عزیز نے جان بوجھ کر اسے ضائع کر دیا کہ تقریر اُن کے مزاج و مسلک کے برعکس تھی۔

کتابت کی غلطی کو تو قاری خود بھی درست کر لیتا ہے لیکن واقعاتی غلطی کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ وہ درست نہ ہو تو مستقبل میں تاریخ اور حوالہ بن جاتی ہے۔ آج کل کمپیوٹر کا دور ہے۔ کمپوزنگ کی غلطیاں زیادہ بھی ہوتی ہیں اور دلچسپ بھی۔ مثلاً جملہ تھا ''عجیب زمانہ آ گیا ہے۔'' کمپوزر نے لکھا ''عجیب زنانہ آ گیا ہے'' ظاہر ہے قاری اس کو خود درست کر لے گا کہ ''زنانہ'' یہاں کیا کرنے آ گیا ہے۔

معروف صحافی اور ادیب مرحوم چراغ حسن حسرتؔ نے ''سند باد جہازی'' کے قلمی نام سے اپنے شہرۂ آفاق کالم ''حرف و حکایت'' میں اسی قسم کی کچھ بوالعجبیوں اور شُتر گُربگیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک سمجھ ناک سُخن فہم شخص کی ایک دلچسپ مثال ذکر کی، لکھتے ہیں:

''ایک صاحب کہنے لگے، بھئی یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ علامہ اقبال اپنے کلام میں پنجابی کے الفاظ بڑی بے تکلفی سے لے آتے ہیں تو اس میں بہت حد تک اصلیت ہے۔ مثلاً اقبال کا مشہور شعر ہے

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو بُرا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بُت ہو گئے پرانے

اب آپ ہی انصاف کیجیے ''کدوں کے'' خالص پنجابی ہے جس کا اردو ترجمہ ''کبھی کے'' ہے......

یومِ اقبال کے جلسوں کے سلسلے میں جو اشتہار چھپے ہیں ان میں ان صاحب کا نام کہیں نظر نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے سہواً ان کا نام نظر انداز ہو گیا ہے ورنہ وہ ایسے تو نہیں کہ اس موقع پر پیچھے رہ جائیں۔ کسی جلسے کی صدارت نہ فرمائی تو مشاعرے کی صدارت کریں گے۔ لاہور میں نہ سہی، سیالکوٹ میں سہی۔ سیالکوٹ میں نہ سہی، جہلم یا ڈیرہ اسمٰعیل خان میں سہی

گدائے کوچۂ مے خانہ نامراد نہیں''

(کتاب: ''حرف و حکایت''، سند باد جہازی، صفحہ: ۶۵، کالم ۲۱؍اپریل ۱۹۴۸ء)

ہمارے بچپن میں دیوانِ غالب ایک دوست کے ہاتھ لگ گیا۔ اُس نے بآوازِ بلند شعر پڑھا

غلطیہائے مضامیں مت پوچھ
لوگ نالے کو رَسَا باندھتے ہیں

اس نے نَالے کو (ازار بند) اور رَسَا کو (رَسَّا) رسّی کے تلفظ میں پوری شدت کے ساتھ پڑھا۔ پنجابی میں ازار بند کو ''نالا'' کہتے ہیں۔ سب نے یہی مفہوم اخذ کیا، لیکن سوچتے رہے کہ آخر شلوار اور پاجامے میں نالے کے ساتھ رسّا کیسے باندھتے ہیں؟

ہمارے نالۂ دل کو رسائی حاصل ہو یا نہ ہو لیکن ان واقعات کو پڑھ کر یہ ضرور معلوم ہو گیا ہے کہ ''نالے کو رَسَّا''

ایسے باندھتے ہیں۔

بقول غالبؔ

بوئے گل ، نالۂ دل ، دُودِ چراغِ محفل

جو تری بزم سے نکلا ، سو پریشاں نکلا

لکھنے والے دوستوں سے گزارش ہے کہ واقعات کی چھان پھٹک اور اُن کی صحت کے تمام تقاضوں کو پورا کر کے لکھا کریں۔ عوام سے گزارش ہے کہ اس قسم کی واہی تباہی باتوں پر کان نہ دھریں اور بیان کرنے والوں کی اصلاح کریں۔ وہ اصلاح قبول نہ کریں تو پھر اُن کی تردید اور حوصلہ شکنی کریں۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق واقعات کی صحت کے لیے آپ کے فرزندان سے رجوع فرمالیں۔ اسی طرح دیگر شخصیات کے متعلق بھی معقول رویّہ اختیار کریں۔

☆......☆......☆

ختم نبوت کی عبارت کو بحال کرنا اطمینان بخش ہے

لاہور (۱۱ر نومبر) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے آئندہ بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کے نامزدگی فارموں میں عقیدۂ ختم نبوت والی عبارت کو بحال کرنے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت اور الیکشن کمیشن اس امر کی وضاحت کریں یہ سب کچھ کیسے اور کیوں ہُوا؟ قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، قاری شبیر احمد عثمانی، سید محمد کفیل بخاری، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، مرزا محمد ایوب بیگ، رانا محمد شفیق خاں پسروری، مولانا محمد امجد خان اور دیگر نے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ کلیدی اور حساس عہدوں پر مسلط قادیانی خطرناک سازشوں میں مصروف عمل ہیں اور ہمارے عقیدے پر وار کیا جارہا ہے، متحدہ تحریک ختم ِنبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینئر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ دینی جماعتوں کے احتجاج کے بعد بلدیاتی امیدواروں کے لیے عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا بیان حلفی جمع کروانا اب لازمی قرار دے دیا گیا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اِس طرح کیوں ہوا اس کی اصل وجوہ بتانے اور ذمہ داروں کو بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے مطالبہ کیا کہ اِس خطرناک سازش کے ذمہ داروں کو سزادی جائے۔